www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم ☆
مترجم: محمد عمران اسلم ☆☆

تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا جس کے براہ راست مخاطب بھی اہل عرب ہی تھے۔ ان کی مادری زبان چونکہ عربی تھی اس لیے انہیں قرآن سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ مزید برآں اگر انہیں قرآنی آیات کی تفہیم میں کسی قسم کی مشکل کا سامنا ہوتا بھی تو رسول اللہ ﷺ اس کی مکمل وضاحت فرما دیتے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الانعام:۸۲]

''جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہ کیا۔''

نازل ہوئی تو صحابہ کرام پر اس آیت کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہوگیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے حضرت لقمانؑ کا اپنے بیٹوں سے یہ خطاب نہیں سنا؟ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ [لقمان:۱۳] ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' یعنی ظلم سے مراد شرک ہے۔

جیسے جیسے آیات قرآنیہ نازل ہوتیں صحابہ کرامؓ ان کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوئے ذہن نشین کرلیا کرتے تھے۔ پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ جب اسلامی فتوحات وسیع ہوتی چلی گئیں تو بہت سے عجمی لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جن میں فارسی، ہندوستانی اور افغانی وغیرہ شامل تھے۔

چونکہ یہ لوگ عربی زبان سے قطعی نابلد تھے لہٰذا انہیں عربی سمجھنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ علماء کرام نے علوم عربیہ اور بلاغت ومعانی کی بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ ہی علم تفسیر وجود میں آیا۔ یہ علم اپنے وجود کے اعتبار سے تو بعثت سے ہی شروع ہوگیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ کا فرض منصبی قرآن کریم کی تفہیم وتبیین ہی تھا، لیکن باقاعدہ تدوین کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ اس سلسلے میں قراءات، حدیث، ناسخ ومنسوخ اور بہت سے دیگر علوم سے مدد لی گئی۔ مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے، پھر قرآن کی تفسیر سنت کے ذریعے، پھر بالترتیب اَقوال صحابہ، اَقوال تابعین، لغت عرب اور آخر میں اپنی رائے کے ذریعے تفسیر کا اسلوب اختیار کیا۔ اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر میں قراءات قرآنیہ خصوصی اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ قراءات، قرآن کے الفاظ کو جدید اور نئے معانی عطا کرتی ہیں۔

مفسرین وفقہاء کے نزدیک کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو وہ دو آیات ہی کی طرح ہیں ان کی تفسیر واردشدہ آیات کی طرح کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قراءات قرآنیہ کے بارے میں کہا گیا: ''ہر قراءۃ اپنے معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے مستقل آیت کی حیثیت رکھتی ہے۔'' [أحکام القرآن لابن عربی:۱/۱۶۹]

☆ مولف کتاب علم القراء ات نشأته، أطواره، أثره في العلوم الشرعية

☆☆ فاضل كلّية الشريعه، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں اس بحث کی دو طرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

① قراءات قرآنیہ میں مفسرین کا مؤقف

② تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

قراءات قرآنیہ میں مفسرین کا مؤقف

تفسیر میں قراءات متواترہ کی قبولیت کے سلسلہ میں جمہور امت میں سے کسی قسم کا اختلاف نہیں ملتا۔ البتہ دو مختلف المعنی قراءات میں ترجیح، طعن اور دفاع وغیرہ کا رجحان پایا جاتا ہے۔قراءات قرآنیہ کے بارے میں مختلف مفسرین کے مؤقف پیش خدمت ہیں۔

امام طبری رحمہ اللہ

امام طبری رحمہ اللہ ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' کے مصنف ہیں۔کتب تفاسیر میں امام طبری کی تفسیر کو بہت زیادہ دادِ تحسین سے نوازا گیا ہے۔ بہت سے نامور علماء کرام آپ کی تفسیر کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام تفاسیر میں سے سب سے صحیح تفسیر امام طبری رحمہ اللہ کی ہے۔آپ نے اسانید ثابتہ کے ساتھ اقوال سلف کا تذکرہ کیا ہے۔تفسیر میں کسی بدعت کا تذکرہ ہے اور نہ ہی کوئی متہم چیز نقل کی گئی ہے۔'' [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:۱۳/۳۱۱]

لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے قراءات کے ضمن میں بسا اوقات ایسا مؤقف اختیار کیا ہے جو آپ کی جلالت شِ علمی سے مطابقت نہیں رکھتا۔تفسیر جامع البیان میں کچھ ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں بعض قراءات متواترہ کے انکار کی جانب رغبت یا ان کو ایک دوسرے کے مقابلے میں ترک کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک معیار آپ ﷺ کی ہی ذات ہے۔آپ ﷺ نے جسے بغیر ترجیح کے قرآن قرار دیا ہے ہم اسے قرآن ہی سمجھیں گے۔

قراءات کے بارے میں آپ کے مؤقف کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مختلف قراءات متواترہ کے مابین ترجیح کے قائل ہیں۔آپ کی تفسیر میں درج ذیل جملے کثرت سے ملتے ہیں:

''وأعجب القراء تین إلی قراء ۃ کذا''

''میرے نزدیک ان دو قراءتوں میں پسندیدہ قراءت اس طرح ہے''

''وأصح القراء تین فی التلاوۃ عندي''

''تلاوت میں صحیح ترین تلاوت میرے نزدیک یہ ہے۔''

''والقراء ۃ التي أستیجزھا ھی کذا''

''جس قراءت کو میں جائز قرار دیتا ہوں وہ یہ ہے۔''

امام موصوف رحمہ اللہ اپنی تفسیر 'جامع البیان' میں رقمطراز ہیں کہ آیت:

﴿قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالِّينَ﴾ [الحجر:۵۶]

کے لفظ 'یقنط' میں دو قراءتیں بیان کی گئی ہیں۔

قراء مدینہ وکوفہ نے نون کے فتحہ کے ساتھ 'یَقْنَطُ'، جبکہ اعمش رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے نون کے کسرہ کے ساتھ 'یَقْنِطُ' پڑھا ہے۔یہی قراءۃ امام خلف رحمہ اللہ کی بھی ہے۔امام طبری رحمہ اللہ نے نون کے کسرے والی قراءۃ کو ترجیح دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔حالانکہ یہ دونوں قراءات متواترہ ہیں۔اس کے بجائے اگر امام صاحب رحمہ اللہ جناب نبی کریم ﷺ والا انداز ''ھکذا انزلت'' اپناتے تو یہ ان کے شایان شان تھا۔ بہرحال قرآن کے بارے میں ایک راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دینا ان کا ذاتی مؤقف ہے، جو لائق التفات نہیں۔

امام زمخشری

امام زمخشری کی تفسیر 'الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل' کے نام سے معروف ہے۔امام صاحب کا علمی مقام ومرتبہ محتاج بیان نہیں، لیکن محققین حضرات نے آپ کی تفسیر کو اس بناء پر طعن کا نشانہ بنایا ہے کہ اس میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان پایا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قراءات متواترہ کے بارے میں بھی ان پر اعتزالی نظریات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے ،امام صاحب قراءات کے مابین ترجیح اور فضیلت کے قائل ہیں۔جس کی مثال یہ ہے کہ آیت:

﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحۃ:۴]

میں لفظ 'ملك' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس میں بہت سی قراءتیں ہیں، اگرچہ یہاں قراءات متواترہ لفظ مَلِكِ اور مٰلِكِ ہی ہیں،بعض نے 'مَلِكِ'،بعض نے 'مَالِكِ' اور 'مُلْكِ' لام کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'مَالِكَ' پڑھتے ہیں۔لیکن امام صاحب نے 'مَلِكِ' کی قراءۃ کو راجح قرار دیا ہے۔''

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ تفسیر،حدیث، فقہ، نحو اور ادب کے نامور عالم اور فقیہ تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر 'المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز' کے نام سے جانی جاتی ہے۔قراءات کے سلسلے میں آپ نے جو مؤقف اختیار کیا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے آپ کی تفسیر میں سے یہ مثال پیش خدمت ہے:

﴿الٓمّٓ ۞ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [آل عمران:۱،۲]

اس آئت کے بارے میں امام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءسبعہ نے اس آیت کے کلمہ ''الٓمّٓ ۞ الله'' کو میم کے فتحہ اور الف ساقطہ کے ساتھ 'المَ الله' پڑھا ہے۔ امام عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے میم کے سکون اور قطع الف کے ساتھ'' الم اللّٰہ '' پڑھا ہے۔ یہ دوسری قراءۃ امام ابوبکر رحمہ اللہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔امام ابوجعفر رحمہ اللہ نے میم کے کسرہ کے ساتھ 'المِ الله' پڑھا ہے۔امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے ان میں سے پہلی قراءۃ کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ قراءۃ جمہور کی ہے۔

إمام قرطبی رحمہ اللہ

امام قرطبی رحمہ اللہ کی تفسیر 'الجامع لأحکام القرآن' ایک منفرد علمی تصنیف ہے۔انہوں نے قراءات میں دوطرح کے مؤقف اختیار کئے ہیں:

① واردشدہ قراءات متواترہ کو بغیر ترجیح و تعقیب کے بعینہٖ بیان کرنا۔

② تمام قراءات کو پیش کرتے ہوئے ان میں سے زیادہ قوی معنی رکھنے والی قراءۃ کو ترجیح دینا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی مثال:

قرآن میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [البقرۃ:٦]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آیت میں موجود کلمہ 'أأنذرتھم' میں مختلف قراءات بیان کی گئی ہیں۔''

امام خلیل رحمہ اللہ اور امام سیبویہ رحمہ اللہ نے پہلے ہمزہ کی تخفیف اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے اس کی توجیہ یہ بیان کی کہ یہ قریش اور سعد بن بکر کی قراءۃ ہے۔

ابن محیصن رحمہ اللہ نے اسے 'أنذرتھم' صرف ایک ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دونوں ہمزوں کو تحقیق اور ادخال الف کے ساتھ 'أاأنذرتھم' پڑھا ہے۔

امام حمزہ رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ نے دونوں ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ 'أأنذرتھم' جبکہ امام اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان دو ہمزوں میں سے پہلے کی تخفیف جائز ہے۔''

اس مثال میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بغیر کسی توجیہ وتعقیب کے تمام قراءات کو بعینہ پیش کر دیا ہے۔

دوسری مثال

آپ کے ترجیح کے مؤقف کی وضاحت کے لئے ایک مثال درج ذیل ہے:

﴿قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [الاعراف:١٤٩]

امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ نے 'لئن لم ترحمنا' تائے خطاب کے ساتھ پڑھا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ قراءت میں پہلی قراءۃ کی بہ نسبت زیادہ عاجزی وانکساری پائی جاتی ہے، لہٰذا انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

امام آلوسی رحمہ اللہ

امام آلوسی رحمہ اللہ کی تفسیر کا نام 'روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی' ہے، قراءات متواترہ کے حوالے سے ان کا موقف دفاع کا ہے۔ وہ دلائل وبراہین کے ذریعے قراءات پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہیں۔

آیت ﴿وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرۃ:٢٨٤] کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں موجود کلمہ 'یغفر' اور 'یعذب' میں دو قراءتیں ہیں۔ ابن عامر، عاصم، ابوجعفر اور یعقوب نے آیت میں موجود کلمہ 'یغفر' اور 'یعذب' کو راء اور با کے ضمہ کے ساتھ 'یَغْفِرُ' اور 'یُعَذِّبُ' جبکہ باقی قراء نے جزم کے ساتھ 'یَغْفِرْ' اور 'یُعَذِّبْ' پڑھا ہے۔ امام زمخشری نے قواعد عربیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے پہلی قراءۃ پر طعن کیا ہے۔ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ راء کا ادغام صرف راء میں ہوتا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام آلوسی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے، لکھتے ہیں:

’’قراءات سبعہ متواتر ہیں اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں جبکہ نحویوں کا قول ظنی ہے۔ مزید برآں راء کا لام میں ادغام ابوعمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے اور اسی طرح قراءات اور لغات کے امام ابومحمد یزیدی رحمہ اللہ سے بھی راء کا لام میں اِدغام منقول ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان دونوں میں تقارب پایا جاتا ہے۔ البتہ جب راء کا تکرار ہو تو اس صورت میں راء کا لام میں اِدغام لازم نہیں ہے۔‘‘

تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

مفسرین کا خیال ہے کہ قراءات چاہے وہ متواترہ ہوں یا شاذہ، آیات قرآنی کو نئے نئے معانی عطا کرتی ہیں۔

حتی کہ اگر دو مختلف قراءات دو مختلف معانی پر دلالت کر رہی ہوں تو ان کی حیثیت دو آیات کی سی ہوگی اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ قراءات میں جہاں تلاوت قرآن میں آسانی کا پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے وہاں ان کی حکمت میں یہ بھی شامل ہے کہ اس سے معانی اور مفاہیم کی کئی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ ذیل میں ہم قراءات سے حاصل ہونے والے اسی دوسرے پہلو پر مختلف مفسرین نے جو نقطہ رسیاں کی ہیں ان پر نظر ڈالتے ہیں۔

❶ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾ [الاسراء:۱۶]

اس آیت میں موجود لفظ ’أمرنا‘ میں مختلف قراءتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس اعتبار سے اس میں متعدد معانی کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اس لفظ میں تین قراءات ہیں:

① میم کی تخفیف کے ساتھ ’أَمَرْنَا‘

② میم کی تشدید کے ساتھ ’أَمَّرْنَا‘

③ میم کی تخفیف اور ہمزۃ پر مد کے ساتھ ’آمَرْنَا‘

* **پہلی** قراءت مشہور ہے، جس کا معنی ہے: ہم نے ان کو عدل و انصاف کا حکم دیا، لیکن انہوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے فسق و فجور اختیار کیا۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔
* **دوسری** قراءت علی رحمہ اللہ، ابی العالیہ رحمہ اللہ، ابی عمرو رحمہ اللہ اور ابی عثمان النہدی رحمہ اللہ کی ہے، جس کا معنی ہے: ہم نے ان کو تعداد میں زیادہ کر دیا۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب بھی ہجوم زیادہ ہوگا تو غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی۔ آخر اس کو ان کی غلطیوں کی پاداش میں عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔
* **تیسری** قراءت امام حسن رحمہ اللہ اور اعرج رحمہ اللہ کی ہے، جو امارت کے معنی پر دلالت کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب ہم نے ان کو قوموں کی باگ ڈور تھما دی تو ان کا فرض منصبی یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے، لیکن انہوں نے اس ذمہ داری کا حق ادا نہ کیا، جس کی بدولت وہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔

❷ فرمان الٰہی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾ [البقرة:١٦٥]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''المحرّر الوجیز'' میں مختلف قراءات کی بنیاد پر آیات قرآنی کے بہت سے معنی اخذ کئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان میں ایک قراءۃ ﴿ وَلَوْ تَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ کی ہے۔امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر رحمہ اللہ نے 'تری' میں 'تا' کہ فتحہ اور أن میں ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے آیت میں مذکور دوسرے أن کو پہلے پر عطف کرتے ہوئے فتحہ پڑھا گیا ہے اور اس کی درج ذیل توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

پہلی توجیہ

"ولو ترى يا محمد الذين ظلموا فى حال رؤيتهم للعذاب وفزعهم منه واسعظامهم له لأقروا أن القوة الله"

''اے محمد ﷺ! کاش کہ آپ ظالم لوگوں کے احوال کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھ کر جزع فزع کریں گے اس وقت وہ جان لیں گے کہ ساری کی ساری قوت اللہ کے لئے ہے۔''

یہاں أن کا عامل لأقروه ہے جو کہ محذوف ہے۔

دوسری توجیہ

"ولو ترى يا محمد الذين ظلموا فى حال رؤيتهم للعذاب و فزعهم منه لعلمت أن القوة لله جميعا"

''اے محمد ﷺ! اگر آپ ظالم لوگوں کے احوال جان لیں جب وہ عذاب کو دیکھ کر جزع فزع کریں گے تو آپ جان لیں گے کہ تمام قوتیں اللہ کے لئے ہیں۔''

تیسری توجیہ

"ولو ترى الذين ظلموا إذا يرون العذاب يقولون: إن القوة لله جميعا"

''وہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: ساری کی ساری قوت اللہ جل جلالہ کے لئے ہے۔''

امام حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے 'یا' کے ساتھ پڑھا ہے، جس کی ایک تاویل یہ بیان کی گئی ہے:

"ولو يرى فى الدنيا الذين ظلموا حالهم فى الآخرة إذ يرون العذاب لعلموا أن القوة لله جميعا"

''اگر ظالم لوگ آخرت کے عذاب کو دنیا میں دیکھ لیں تو وہ جان لیں کہ ساری کی ساری قوت اللہ کے لئے ہے۔''

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنِّيْ وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾ [آل عمران:٣٦]

اس آیت میں کلمہ 'وضعت' میں دو قراءتیں ہیں:

امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ اور امام یعقوب رحمہ اللہ نے صیغہ واحد متکلم کے ساتھ 'وَضَعْتُ' جبکہ باقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب قراء نے صیغہ واحد مؤنث غائب کے ساتھ 'وَضَعَتْ' پڑھا ہے۔

جن لوگوں نے تاء کو ساکن کیا ہے ان کی قراءت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اُم مریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے اور جنہوں نے 'تا' کو ضمہ دیا ہے ان کی قراءت کی توجیہ یہ بنتی ہے کہ یہ جملہ حکایت ہے اس سے جو اُم مریم نے اپنے بارے میں خبر دی۔

تفسیر زاد المیسّر میں ہے:

”من قرأ بجزم التاء وفتح العین فیکون فی الکلام تقدیم وتأخیر ، وتقدیرہ: انی وضعتھا انثی ولیس الذکر کالانثی واللہ أعلم بما وضعت۔ ومن قرأ بضم التاء فھو کلام متصل من کلام أم مریم“ [زاد المیسّر: ۳۷۶/۱]

''اگر صیغہ متکلم کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر واللہ أعلم بما وضعتُ یہ اُم مریم کا مقولہ بن جائے گا اور پورا کلام متصل ہوگا۔ گویا کلام کا سیاق یوں ہوگا: ”إنی وضعتھا أنثی واللہ أعلم بما وضعتُ“ ”میں نے لڑکی جنی ہے، اور اللہ جانتا ہے جو میں نے جنا ہے، لیکن اگر اس کو صیغہ غائب کے ساتھ پڑھا جائے تو کلام میں تقدیم وتاخیر ہوگی یعنی واللہ أعلم بما وضعتْ ام مریم کا مقولہ نہیں ہوگا۔''

گویا صیغہ غائب والی قراءت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے تسلی ہے اور صیغہ متکلم والی قراءت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو یقین تھا کہ یہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جس کو وہی بہتر جانتا ہے۔

❹ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ [الحج:۳۸]

اس آیت میں کلمہ 'یدفع' کے اندر دو قراءتیں ہیں:

ابن کثیر رحمہ اللہ، ابو عمرو بصری رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ نے 'یَدْفَعُ' جبکہ باقی سب قراء نے 'یُدٰفِعُ' پڑھا ہے۔

باب مفاعلہ میں چونکہ فعل جانبین سے پایا جاتا ہے لہٰذا اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہاں مدافعت کا فاعل تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، تو پھر باب مفاعلہ کا معنی کیسے ہوگا؟ اس کے بارے میں امام ابو محمد مکی قیسی رحمہ اللہ الکشف میں لکھتے ہیں:

''لکن یحمل علی تکریر الفعل، أی یدفع عنھم مرۃ بعد مرۃ فیصح لفظ یدافع من واحد''

''اس کو فعل کے تکرار پر محمول کیا جائے گا یعنی وہ ان کا دفاع کرتا ہے بار بار، لہٰذا یدافع کا ایک جانب سے استعمال ٹھیک ہو جائے گا۔'' [الکشف: ۱۲۰/۲]

تفسیر بحر المحیط میں ہے:

”ومن قال یدفع ، فمعناہ: یبالغ فی الدفع عنھم“ [بحر المحیط: ۳۷۳/۶]

''جس نے یدافع کہا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دفاع میں مبالغہ یعنی شدت سے کام لیتا ہے۔''

یعنی صیغہ مجرد والی قراءت سے تو نفسِ مضمون حاصل ہوتا ہے، اور مفاعلہ والی قراءت سے اللہ تعالیٰ کے فعل مدافعت کی قوت وقدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔

❺ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴾ [البقرۃ:۱۱۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں کلمہ 'و لا تسئل' میں دو قراءتیں ہیں:

امام نافع رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ نے 'وَلَا تَسْئَلْ' لام کے جزم کے ساتھ، جب کہ باقی سب قراء نے لام کے ضمہ کے ساتھ 'وَلَا تُسْئَلُ' پڑھا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:

''جمہور کی قراءت کے موافق ﴿وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ﴾ کے معنی یہ ہوں گے:

''اے محمد ﷺ! آپ سے اس کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے۔ آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اور نافع کی قراءت پر سوال سے نہی (منع) شدت عذاب سے کنایہ ہوگی۔''

امام قرطبی نفی والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والمعنى إنا أرسلنٰك بالحق بشيرا ونذيرا غير مسئول عنهم'' [احکام القرآن:۲/۹۲]

''اور معنی یہ ہے کہ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اس حال میں کہ ان کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا۔''

اور دوسری قراءت جس میں نہی کا جزم ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وفيه وجهان: أحدهما أنه نهى عن السؤال عمن عصىٰ وكفر من الأحياء، لأنه قد يتغير حاله فينقل عن الكفر ألى الإيمان وعن المعصية إلى الطاعة، والثانى وهو الأظهر أنه نهى عن السؤ ال عمن مات علىٰ كفره ومعصيته'' [ایضا]

''اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ حکم زندوں میں سے گناہگار اور کفار کے بارے میں سوال سے روکنے کے لیے ہو، کیونکہ ان کا حال کفر سے ایمان کی طرف، اور گناہ سے طاعت کی طرف تبدیل بھی ہوسکتا ہے اور دوسرا جو کہ زیادہ ظاہر ہے، کہ یہ حکم کفر اور معصیت پر مرنے والے لوگوں کے بارے میں سوال سے روکنے کے لیے ہو۔''

گویا اس آیت میں دو قراءتوں کی وجہ سے دو پہلوؤں سے سوال کرنے سے روکنا ثابت ہوگیا۔ یعنی نہ تو نبی کریم ﷺ سے جہنم والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور نہ ہی آپ ﷺ ان کے بارے میں کوئی سوال کریں گے اس لیے کہ ان کی مغفرت کا کوئی اِمکان نہیں ہے اور اگر یہ سوال زندہ لوگوں کے بارے میں ہو تو ان کا حال تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔

❻ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ [الاسراء:۴۱]

اس آیت میں کلمہ 'لیذکروا' میں دو قراءتیں ہیں۔

امام حمزہ، کسائی اور خلف نے 'لِيَذْكُرُوْا' جب کہ باقی سب قراء کرام نے 'لِيَذَّكَّرُوْا' پڑھا ہے۔

تخفیف والی قراءت ذِکرٌ سے مشتق ہے جو کہ نسیان کی ضد ہے۔ جب کہ تشدید والی قراءت تذکُّر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے: تدبّر اور اتّعاظ یعنی غور و فکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا۔

امام ابو محمد قیسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''فالتشديد للتدبر والتخفيف للذكر بعد النسيان'' [الکشف:۲/۴۷]

''تشدید تدبر کے معنی کے لیے اور تخفیف بھول کے بعد یاد کرنے کے معنی کے لیے ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر روح المعانی میں ہے:

" وقرأ حمزة والكسائی هنا وفی الفرقان ليذكروا من الذكر الذی بمعنی التذكر ضد النسيان والغفلة، والتذكر علی القراءة الأولیٰ بمعنی الاتّعاظ" [روح المعانی:۸۲/۱۵]

''امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے اس کلمہ کو یہاں اور سورہ فرقان میں مادہ 'ذکر' سے پڑھا ہے، جو کہ تذکر کے معنی میں ہے، اور نسیان اور غفلت کی ضد ہے۔ تذکّر پہلی قراءت کے مطابق نصیحت حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔''

اس آیت میں دو قراءتیں ہونے کی وجہ سے حکم کے دو پہلو نکل آئے:

① قرآن کا ذکر یعنی اس کی تلاوت کرنا۔

② قرآن سے وعظ و نصیحت حاصل کرنا۔

اور یہ دو معنی ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جا سکتے۔ یعنی ذکر کے بغیر نصیحت حاصل نہیں کی جا سکتی اور نصیحت کئے بغیر ذکر ناقص ہے۔ چنانچہ ان معانی کی تائید ایک اور آیت سے ہو جاتی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر:۱۷]

اس آیت میں بھی ان دونوں معانی کو جمع کیا گیا ہے یعنی ذکر جو کہ نسیان کی ضد ہے اور اذکار یا تذکر جو کہ غفلت کی ضد ہے لیکن مذکورہ بالا آیت میں یہ دونوں معانی ایک ہی کلمہ میں دو قراءتوں کی بناء پر حاصل ہو گئے ہیں۔

⑤ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [البقرة:۱۰۶]

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت میں پائی جانے والی قراءات کے متعدد معانی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''﴿أَوْ نَنْسَأْهَا﴾ اسے ابو عمرو رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے نون اور سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، عطاء رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، عبید بن عمیر رحمہ اللہ اور ابن محیصن رحمہ اللہ نے اسے تاخیر کے ساتھ پڑھا ہے، جس کا معنی یہ ہے: "نؤخر نسخ لفظها أی نتركه"

''ہم اس کے نسخ کو مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں۔''

یہی قول امام عطاء رحمہ اللہ کا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ "أو ننسأها" کا معنی: "أی نؤخرها عن النسخ إلی وقت معلوم" یعنی نسخ کو ہم معینہ مدت تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی لوگوں نے نون کے ضمہ کے ساتھ 'نُنْسِهَا' پڑھا ہے، جس کا معنی ترک کرنا ہے یعنی ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ اس میں ردّ و بدل کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی تنسیخ کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی سے اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ [التوبة:۶۷]

''وہ اللہ کو بھول گئے پس اللہ نے ان کو بھلا دیا۔'' یعنی انہوں نے اللہ کی عبادت کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں چھوڑ دیا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم ⊙
مترجم: سمیع الرحمٰن ❁

قواعد نحو میں قراءاتِ قرآنیہ کے اَثرات

قرآنِ کریم اپنی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ فصیح عربی زبان میں نازل ہوا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ [الشعراء:۱۹۲تا۱۹۵]

''یہ (قرآن مجید) رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلق خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔ صاف صاف عربی زبان میں۔''

یہ قرآن عربی زبان میں متعدد لغتوں میں نازل ہوا اور لوگوں نے متعدد قراءات میں اس کی تلاوت شروع کردی۔ عرب بغیر کسی غلطی کے قرآن کی تلاوت کرتے تھے، کیونکہ ان کے نطق اور ان کی قراءات میں کوئی نقص نہیں آتا تھا، یہاں تک کہ عربی عجمی لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ زمانے کی دوری کی وجہ سے لغتِ عرب میں غلطی کا امکان پیدا ہوگیا اور علما عربی زبان کے ضابطے بنانے کے محتاج ہوئے، جو علم نحو کی تدوین کی وجہ بنا۔

بعض لوگوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو علم نحو کے مصادر میں سے ایک مصدر بنایا، جس پر قواعد نحویہ کی بنیاد رکھی گئی۔ آنے والی مباحث میں سے پہلی مبحث میں اسی نکتہ کی وضاحت کی جائے گی کہ قراءاتِ قرآنیہ کو قواعد کا ماخذ بنانے کے بارے میں اہل نحو میں کیا اختلاف ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ قواعد نحو کے مصادر میں سے ایک مصدر ہیں، اور نحو کے قواعد پر قراءات کا گہرا اثر ہے، جس کی وضاحت دوسری مبحث میں کی جائے گی۔ اِن شاء اللہ

پہلی مبحث

قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں نحویوں کا موقف

حقیقت یہ ہے کہ نحوی جتنا قراءاتِ قرآن کے بارے میں ایک دوسرے کا رد اور معارضہ کرتے ہیں اتنا کسی اور علم میں نہیں کرتے، چنانچہ مختلف زمانوں میں قراءاتِ قرآنیہ اکثر نحاۃ کے اختلافات کا نشانہ بنی رہیں۔ وہ انہیں کبھی غلط، کبھی ضعیف اور کبھی صحیح قرار دیتے رہے اور یہ اختلاف طویل ہوتا چلا گیا۔ اختلاف کی مثال یوں لیجئے کہ بصری نحاۃ

⊙ مولف کتاب علم القراء ات نشأته ، أطواره ، أثره فی العلوم الشرعية

❁ فاضل كلّية الشريعه، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات سے اپنے دامن کو بچاتے ہیں اور بہت کم ان سے استفادہ کرتے ہیں، جبکہ کوفی نحاۃ قراءات پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں اوران قواعد سازی میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

قواعد نحو کا مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بعض نحویوں نے قراءات کی تردید کی ہے۔خاص طور پر ان قراءات کی جونحوی اعتبار سے مشکل وپیچیدہ ہیں اوراس تردید کا سبب ان کا یہ نظریہ وعقیدہ ہے کہ قراءات دراصل اختیاراتِ قراء ہیں، جوان کی ذاتی اختراع ہیں، نیز یہ رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے منقول نہیں ہیں۔اس بات کی تائید ابن منیر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جوانہوں نے زمخشری کے تعاقب میں آنے والے قول کے بارے میں دو اِضافتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی ابن عامر کی قراءت کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ﴾ [الانعام:۱۳۷] اوراس آیت میں قتلُ مرفوع اور شرکائِھم اضافت کی وجہ سے مجرور ہے۔ابن مُنیر نے کہا کہ یہ زمخشری کا ظن ہےاورابن عامر نے اس قراءت کواپنی رائے سے پڑھا ہے۔

(جیسا کہ بعض نحویوں کا خیال ہے) کہ قراءات اختیاراتِ قراء ہیں جو کہ اصحاب القراءات سے مستنبط ہیں۔ مذکورہ موقف کی تائیدابو غانم احمد بن حمدان کے اس قول سے ہوتی ہے:

’’یقیناً ابن عامر رحمہ اللہ کی یہ قراءت عربی زبان میں جائز نہیں اور یہ ایک عالم کی علم سے تہی دامن ہونے کی دلیل ہے۔‘‘

[فتح القدیر:۱۶۵/۲]

وہ اپنے اس قول میں وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ ابن عامر رحمہ اللہ اس قراءت کا موجد ہےاور یہ قراءت اس کی اپنی خودساختہ ہے۔قراءات کے معارضہ کے بارے میں درحقیقت بعض نحویوں نے غلو اور مبالغہ سے کام لیا ہے۔ان کا یہ معارضہ نہ صرف قراءات مشکلہ وشاذہ کو شامل ہے، بلکہ اسی ضمن میں انہوں نے قراءاتِ متواترہ کا بھی انکار کردیا ہے۔[النحو والقراءات للبدّي:ص۳۲۲]

قراءات کو معارض اور ضعیف قرار دینے والوں کی تعداد ان نحویوں کے بالمقابل بہت کم ہے جو قراءات کو بطورِ استدلال لیتے ہیں۔

بصری نحاۃ قراءات کے بارے میں متعصب نظر آتے ہیں جب کہ کوفی نحاۃ اس کے برعکس ہیں۔بصریوں میں سے اکثر نحاۃ قراءات کو معارض سمجھتے ہوئے ان کا رد کردیتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو قراءات کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے استدلال بھی کرتے ہیں۔اَغلب طور پر کوفی نحاۃ قراءات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو اس کو معارض سمجھتے ہوئے رد کرتے ہیں۔ جب کہ سیبویہ کے نزدیک قراءت سنت متبعہ ہے[الکتاب لسیبویه:۱۴۸/۱] اور فراء رحمہ اللہ قراءات کو قابل حجت نہیں گردانتے۔اسی طرح مازنی بصری رحمہ اللہ تمام قراء کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔امام کسائی کوفی رحمہ اللہ قراءت کو قابل حجت سمجھتے ہیں اوران پر قواعد کی بنیاد رکھتے ہیں،جبکہ مبرد رحمہ اللہ نے امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت 'الارحامِ' کو جر کے ساتھ پڑھنے پر رد کیا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ اور زمخشری رحمہ اللہ اس (جروالی) قراءت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔جب ہم ابن جنی رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں وہ اس قراءت کے انکار پر مبرد کو غلط کہتے ہیں اوران کے نزدیک یہ قراءت ضعیف نہیں ہے، ابو العباس بھی اسی طرف گئے ہیں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس، زیادہ قریب، تخفیف ونرمی والا ہے۔[الخصائص لابن جنی:۲۸۵/۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے حوالے سے کہتے ہیں:

’’حمزہ ابو العباس سے کہتا ہے کہ میں لفظ ’الارحام‘ کو ضمیر مجرور کی وجہ سے عطف کرتے ہوئے مجرور نہیں پڑھتا بلکہ میرا موقف یہ ہے کہ اس میں دوسری باء کو اس سے پہلے ذکر کرنے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔‘‘ [ایضا]

اور زمَخْشَری ﴿وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ﴾ [الانعام:۱۳۷] میں ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس قراءات میں خلافِ قاعدہ دو اضافتوں کے درمیان فاصلہ ہے، اس لیے صحیح نہیں۔

ابو حیان رحمہ اللہ، زمخشری کے قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’میں تعجب کرتا ہوں ایک ایسے عجمی انسان پر جو کہ نحو میں ضعیف ہونے کے باوجود ایک صریح عربی شخص کی قراءت متواترہ کا رد کرتا ہے۔‘‘ [البحر المحیط:۶/۱۱۷]

بصری نحاۃ نے اپنے لغوی قیاسات کو قرآن کریم میں سے قریش کے لہجہ میں وضع کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے نصوص شعریہ اور نثریہ میں بھی قیاس آرائیاں کی ہیں اور ان نصوص کی روشنی میں ان کے نحوی قواعد کو ترویج ملی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قواعد سازی میں لغت قریش کو بطورِ ماخذ سامنے رکھنے سے متعلق یہ ضابطہ اپنے اندر وزن نہیں رکھتا، بلکہ ان کے قواعد کو غیر معتمد بناتا ہے، کیونکہ یہ ضابطہ دوسرے قیاسات کے ساتھ معارض ہے اور ایسی نصوص بھی ہیں، جن سے بصری لوگ باخبر نہیں اور وہ بہت سے اُمور پر عبور نہیں رکھتے، اسی لیے قراءات کو قبول کرنے میں سختی سے کام لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ قراءاتِ سبعہ، جو کہ خالص عرب ائمہ یعنی ابن عامر رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابو عمرو بصری رحمہ اللہ سے منقول ہیں، میں سے بھی بعض کی قراءات کا رد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ قراءات ان اُصولوں کے موافق نہیں ہیں، جن کی بنیاد انہوں نے خود رکھی ہے، لہٰذا علمائے قراءات نے بصریوں کو ان ناقص قیاسات کی وجہ سے طعنہ دیا ہے اور ان کے نزدیک قراءات کا ان کے قواعد کے مطابق ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ وہ قراءات عرب صحابہ وائمہ سے مستند اسناد کے ساتھ منقول ہیں، جب کہ ان کے قواعد بصری نحاۃ نے خود وضع کیے ہیں۔

امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ قراءات حروفِ قرآن میں سے صرف اس قراءت پر عمل نہیں کرتے جو فقط لغت میں زیادہ واضح اور موزوں ہو، بلکہ ان کے نزدیک وہ قراءت جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو قابل حجت ہے اور جب روایت صحیح ثابت ہو جائے تو کوئی بھی عربی قیاس یا ظاہری لغت اسے رد نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ قراءات سنت متبعہ ہیں جن کا قبول کرنا لازم اور ضروری ہے۔ [النشر:۱/۱۰۔۱۱، الاتقان للسیوطی:۱/۲۳۷]

بصری نحاۃ نے بسا اوقات اَقوال عرب کو بعض قراءات متواترہ اور غیر متواترہ پر فضیلت دی ہے جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر ہم کسی لغت کو شعر مجہول سے ثابت کریں، تو اسی لغت کو قرآن عظیم سے ثابت کرنا زیادہ افضل ہے اور اکثر نحاۃ کو ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ ایک شعر مجہول سے لغت کو ثابت کرتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور میں ان کے اس فعل سے تعجب کرتا ہوں۔ جب وہ ایک شعر مجہول سے لغت کی صحت پر دلیل ثابت کرتے ہیں، تو قرآن کے الفاظ سے لغت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صحت پر دلیل دینا زیادہ اولیٰ ہے۔'' [مفاتیح الغیب للرازی:۱۹۳/۳]

نیز یاد رہے کہ یہ مؤقف عام بصریوں کا نہیں اور نہ ہی یہ کوئی منطق ہے کہ ہم اس اہم معاملے سے غافل ہو جائیں۔

بصرہ کے ابتدائی نامور نحاۃ قراء قراءات میں شمار ہوتے ہیں، ان میں سے ابوعمر ابن العلا بصری رحمہ اللہ (جو کہ قراء سبعہ میں سے ہیں) محمد یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ (جو قراء عشرہ میں سے ہیں) اور عیسیٰ بن عمر رحمہ اللہ ہیں۔ ان تین نحویوں کو علم نحو کے ابتدائی واضعین میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے علم نحو کی بنیاد رکھی اور وہ سیبویہ اور خلیل جیسے مشہور نحوی علما کے اَساتذہ میں سے ہیں۔

بعض مشہور قراء قراءات اور نحویوں کا ایک وقت میں پایا جانا اور مشہور بصری نحویوں کا شاگرد بننا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ بصری مذاہب والے پہلے دور میں قراءات کے لینے والے اور اس پر اعتماد کرنے والے نہیں تھے یا کم از کم ان کا مؤقف وہ نہیں تھا جو کہ متاخرین کا تھا اور اس کے باوجود یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کوئی لوگ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی قراءت کو لے لیتے تھے باوجود اس کے کہ ان کے بصری شاگرد اس سے دور رہتے اور احتراز کرتے تھے۔

[أثر القرآن والقراءات للبدي:ص:۳۲۸]

الدکتور شوقی ضیف کی کوشش ہے کہ بصرہ کے نحاۃ کے معارضہ کو قراءات سے دور کر دیا جائے اور ان کا خیال ہے کہ ان نحاۃ کا معارضہ عام اور ظاہر نہیں ہے اور ان کا ٹکراؤ قراءات میں زیادہ نہیں بلکہ بہت کم مقامات پر ہے جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔[المدارس النحویة:ص۱۹]

الدکتور شوقی قراءتِ قرآنیہ کے ساتھ قواعد نحویہ کا معارضہ کرنے سے دور رہتے ہیں اور سیبویہ کی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کتاب میں قواعد نحویہ کے قراءتِ قرآنیہ کے ساتھ معارضے کی کوئی مثال نہیں پائی گئی۔ اور یہ کتاب بصری نحاۃ کا مرجع ومصدر ہے۔ سیبویہ بھی بہت سی قراءات پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ امام عیسیٰ بن عمر رحمہ اللہ کے قول کی تائید کرتے ہوئے۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ﴾ اور ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي﴾ دونوں آیتوں میں ہر ایک پر نصب پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قراءات ہی شاذہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان دونوں جملوں کو منصوب پڑھا ہے، لیکن عام لوگوں نے اس نصب والی قراءت کا انکار کیا ہے۔[الکتاب لسیبویه:۱۴۴/۱]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر:۴۹] یہ زیداً ضربته کی طرح فصیح عربی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ﴿وَأَمَّا ثَمُودَ فَهَدَيْنَاهُمْ﴾ [فصلت:۴۹] والی قراءت یہاں قواعد نحویہ کی مخالفت نہیں کرتی، کیونکہ یہ سنت ہے۔ [الکتاب لسیبویه:۱۴۸/۱] اور یہاں سیبویہ نے قراءت کے ٹکراؤ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ قراءت کے ایک بڑے امام کے طور پر سامنے آئے ہیں، کیونکہ قراءات نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ چلی آ رہی ہیں ان کی اتباع اور تقدیس ضروری ہے، مخالفت جائز نہیں۔[أثر القرآن والقراءات للبدي:ص۳۲۹۔۳۳۰] اسی طرح سیبویہ بصریوں میں سے پہلے آدمی نہیں ہیں جنہوں نے قراءات کی تائید کی ہے۔ اس بات کو اخفش نے بھی تسلیم کیا ہے۔

الدکتور شوقی ضیف فرماتے ہیں کہ جب ہم اخفش نحوی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے بارے میں معتدل رائے کے حامل ہیں۔ اور کوئی نحاۃ سے بڑھ کر کلامِ عرب اور اشعار کی بجائے قراءتِ شاذہ سے استدلال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔

چنانچہ امام اخفش کوفی نحاۃ میں سے سیبویہ نحوی کی موافقت کرتے ہوئے حال کو اس کے عامل مجرور سے مقدم لانے کی قراءت سے موافقت کرتے ہیں۔جیسا کہ بعض قراء کرام نے ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [الزمر:٦٧] اور ﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾ [الانعام:١٣٩] میں حال کو اس کے عامل مجرور سے پڑھا ہے، اگرچہ بصری نحاۃ کبھی بھی اس کو جائز نہیں سمجھتے اور ایسا قاعدہ ان سے مسموع و محفوظ نہیں ہے۔

[المدارس النحوية:ص١٩، شرح ألفية بن مالك للأشموني:١٨١/٢]

الدکتور شوقی کا دفاع بصری نحویوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ہم نے اس کو تسلیم نہیں کیا جس میں رد کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے جس نے قراءات کو رد کیا ہے۔ہم نے اضافت کی ان مثالوں کو دیکھا جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بہت سی قراءات کو معارض سمجھتے ہیں اور ان سے دلیل نہیں پکڑتے جن سے ہم متاخرین کو خاص کرتے ہیں۔

اس کے مدمقابل ہم کوفی نحاۃ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر قراءات پر اعتماد کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا، ایسے شعر سے استدلال کرنے کی نسبت زیادہ راجح اور اولیٰ ہے، جس کے قائل کا بھی علم نہ ہو اور ممکن ہے کہ وہ شعر بھی صحیح ہو یا غیر صحیح ہو، اور ان لوگوں نے جب لغت اور قواعد نحویہ سے استدلال کیا ہے تو قرآن مجید سے استدلال کرنا زیادہ قوی اور قابل حجت ہے۔

ان نحاۃ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے تھی کہ ان کے شیوخ اور ہم عصر اہل علم مشہور قراء سبعہ میں سے تھے۔ جیسے امام کسائی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ان کی نحو میں جا بجا قراءات کی مثالیں موجود ہیں اور بعد میں آنے والے کوفی بھی اسی نہج پر چلتے رہے ہیں اور کتب نحو کی چھان پھٹک کرنے والا اس بات کو محسوس کرے گا کہ بہت سی نحوی آراء ایسی ہیں جن کا کوفیوں نے قراءاتِ مختلفہ سے استدلال کیا ہے۔جب کہ بصریوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے معارضانہ مؤقف اختیار کیا ہے اور اس پر فضول عقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں جو ان کی آراء کی تائید کرتی ہیں۔

بصری نحاۃ کی طرف سے قراءاتِ قرآنیہ پر اعتراضات کا بنیادی سبب علم قراءات سے جہالت اور اپنے اَقوال و قواعد پر زیادہ اعتماد کرنا ہے۔ حالانکہ قراءاتِ قرآنیہ استدلال کے لحاظ سے زیادہ اولیٰ ہیں۔ اگر بعض قراءات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہیں تو کم از کم انہیں روایت کرنے والا ایسا صحابی ہے جس کا تقویٰ، پرہیز گاری اور دین اسے غلط قراءت نقل کرنے سے ضرور روکتا ہے۔

[أثر القرآن والقراءات فی النحو العربی للبدي:ص٣٣١-٣٣٧]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری مبحث

قراءاتِ قرآنیہ کے نحو پر اثرات

جب ہم نحوی قواعد کی طرف پلٹتے ہیں تو ہمارے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ نحوی قواعد کی بنیاد میں بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ قواعد نحویہ پر اثر انداز مؤثر ہونے کے اعتبار سے قراءاتِ قرآنیہ کی درج ذیل پانچ اَقسام ہیں:

① وہ قراءات جن سے مختلف قواعد نحویہ نکلتے ہیں اور ان قواعد کو بنانے میں قراءات کا استعمال ہوتا ہے۔
② وہ قراءات جن سے قاعدہ نحویہ کی تائید ہوتی ہے۔
③ وہ قراءات جن سے سے قاعدہ نحویہ کو رد کیا گیا ہے۔
④ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مترتب ہوتی ہیں۔
⑤ وہ قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں

[أثر القرآن والقراءات فی النحو العربی للبدي:ص۳۴۷۔۳۶۹]

ان پانچ قسم کے مظاہر سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات کا قواعد نحویہ پر گہرا اثر ہے۔

① وہ قراءات جن سے مختلف نحوی قواعد نکلتے ہیں اور ان قواعد کو بنانے میں قراءات کا اشتراک بھی ہوتا ہے۔

اس بات سے ہم نے یہ نتیجہ اَخذ کیا ہے کہ قراءات سے بے شمار نحوی قواعد بنے ہیں، کیونکہ یہ قواعد مختلف مقامات پر کثرت سے پائے جاتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نحو میں قراءات کا بہت گہرا اثر ہے اور ایسے قواعد میں بھی قراءات کا اثر ہے جو قواعد قراءات سے پہلے موجود ہی نہیں تھے۔

البتہ ایسے قواعد جن کے اندر قراءات کا زیادہ حصہ ایسے قواعد عامہ کا بھی ہے جن کی نسبت کسی شخص یا مذہب کی طرف نہیں کی گئی اور بعض کی نسبت کسی شخص یا مذہب معین کی طرف کی گئی ہے۔ وہ قواعد جن کے اندر قراءات کا زیادہ حصہ ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① <u>افعال رجاء کے بعد 'فا' سببیہ کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع کو نصب دینے کا قاعدہ</u>

یہ قاعدہ امام حفص رحمہ اللہ کی روایت سے لیا گیا ہے: ﴿لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمٰوَاتِ فَأَطَّلِعَ﴾ [غافر:۳۶،۳۷] اس قراءت میں امام حفص رحمہ اللہ نے فأطّلعَ پر فتحہ پڑھا ہے۔ نیز اس قاعدے کی تائید اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں افعال رجا کے بعد واقع 'فا' سببیہ کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع پر فتحہ پڑھا گیا ہے۔

عَلَّ صُروفَ الدّهرِ أو دُولاتُها
تدلُّنا اللَّمَّةُ من لَماتِها
<u>فتستريحَ</u> النفسُ مِنْ زَفْراتِها

''شاید گردش زمانہ کا پھیر اور آنا جانا شوق میں سے ہر شوق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پس نفس اس کی مشقتوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرام حاصل کرتا ہے۔'' [شرح الفیه ابن مالك للأشمونی :۳/۳۱۲۔۳۱۳]

یہاں اس شعر میں بھی فتستریح پر 'ح' کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، لیکن بصریوں نے اس میں بُعد کی وجہ سے تاویل کرتے ہوئے انکار کیا ہے جب کہ فراءنحوی نے اس قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس قاعدہ کو برقرار رکھا ہے۔[شرح شواهد الأشمونی للصبنی:۳/۳۱۲] ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى﴾[عبس:۳،۴]

❷ 'فا' یا 'واؤ' کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع کو جب وہ شرط یا جوابِ شرط کے ساتھ متصل ہو تو حالت استیناف میں رفع دینے یا حالت عطف میں جزم دینے یا أن پوشیدہ ہونے کی وجہ سے نصب دینے کا قاعدہ۔

یہ قاعدہ بھی اس قراءتِ قرآنیہ سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [البقرة:۲۸۴]قراء سبعہ میں سے امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور امام عاصم کوفی رحمہ اللہ نے لفظ 'فیغفر' کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ ان دونوں کے علاوہ باقی قراء نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔[النشر:۲/۲۳۷] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ [البحر المحیط:۲/۳۶۰] اور یہ نصب والی قراءت شاذہ ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول:﴿وَمَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾[الاعراف:۱۸۶] میں لفظ 'ویذرھم' کو مذکورہ تین وجوہ سے پڑھا گیا ہے۔[أوضح المسالك لابن هشام:۳/۱۹۵،معجم القراء ات القرآنية:۲/۴۲۶]

اس قاعدہ کی تائید نابغہ کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

فَإِنْ يَهْلِكْ أَبُو قَابُوسَ يَهلك
رَبِيعُ النَاسِ والبلدُ الحرامُ
ونأخذْ بعدَه بجَنَابِ عيشٍ
أجَبَّ الظَّهْرِ ليسَ له سَنَامُ

اس شعر میں لفظ 'نأخذ' کو مذکورہ تین وجوہ اعراب سے پڑھا گیا ہے۔

[شرح ألفية ابن مالك للأشمونی:۴/۲۴]

❸ افعال قلوب اور أن مخففة من المثقلة کے بعد واقع فعل مضارع کو نصب اور رفع دینے کا قاعدہ

یہ قاعدہ بھی اس قراءتِ قرآنیہ سے لیا گیا ہے۔﴿وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ﴾[المائدة:۷۱]اس آیت مبارکہ میں لفظ 'تکون' کو قراء سبعہ میں سے امام ابوعمرو بصری، امام حمزہ کوفی اور امام کسائی رحمہم اللہ نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔جب کہ دیگر قراء سبعہ نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔[شرح ألفية ابن مالك للأشمونی:۳/۲۸۳]

❹ اسم منقوص پر 'یا' کے اثبات کے ساتھ وقف کرنے کے جواز کا قاعدہ

یہ قاعدہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اخذ کیا گیا ہے ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾[الرعد:۷]امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ میں لفظ ھَادٍ کو اثبات 'یاء' کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ قواعد نحویہ جن کی بنیاد قراءت پر ہے یہ ہیں:

اسی طرح اگر فعل مضارع ثُم اور افعال شرط کے بعد واقع ہو تو 'فاء' اور 'واؤ' کی مانند یہاں بھی اسے نصب دیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ﴾ [النساء:١٠٠] یہاں اس آیت میں لفظ 'یدرك' پر نصب پڑھا گیا ہے اور یہ قراءت شاذہ ہے۔ [مغنی اللبیب لابن هشام::١٩١/١]

❺ إن مخففه من المثقلہ کو إن مثقلہ کا عمل دینے کا قاعدہ۔

اس قاعدے کو بصری نحاۃ نے امام نافع مدنی رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اَخذ کیا ہے۔ ﴿وَإِنْ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ﴾ [هود:٤٩] یہاں ان دونوں قراء نے نون مخففہ کے اِسکان کے ساتھ پڑھا ہے۔ [النشر:٢٩٠/٢]

اسی طرح جب إنّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو لیس والا عمل کرتا ہے۔ امام کسائی نے یہ قاعدہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی قراءت سے اَخذ کیا ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ [الاعراف:١٩٤] انہوں نے یہاں إن مخففہ اور عباداً کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس قاعدے کی نامور کوفی نحاۃ اور بصریوں کی ایک جماعت نے بھی تائید کی ہے۔ [شرح ألفية ابن مالك للأشمونى:٢٥٥/١، الكشاف للزمخشرى:١٣٨/٢]

نحویوں کی ایک جماعت نے بہت سے ایسے قواعد جو قراءات سے ماخوذ ہیں، ان پر اعتماد کیا ہے اور ان قراءات سے نئے قواعد وضع کیے ہیں۔ اور قواعد سازی میں قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرنے والوں میں نحوی قراء کی وہ جماعت سرفہرست ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

① عیسی بن عمر رحمہ اللہ

② ابوعمرو بن العلا رحمہ اللہ

③ ابی الاسود الدؤلی رحمہ اللہ

④ کسائی رحمہ اللہ

⑤ خلیل رحمہ اللہ

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے کسی خاص مدرسہ اور مذہب معین کی طرف نسبت نہیں کی جیسے ابن ہشام رحمہ اللہ یا کسی مدرسہ کی طرف نسبت تو ہو، لیکن وہ ایک شخصی استقلال کا نام ہو، جیسے ابن مالک رحمہ اللہ۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شخصی قواعد جس کی بنیاد کثیر تعداد میں مختلف قراءات پر رکھی گئی ہے اس مقام پر اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

❻ نثر میں فاعل کے لیے إلا کے ساتھ فعل مونث کو لانے کا قاعدہ:

نحویوں نے اشعار میں شاعر کے اس قول پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی اِجازت دی ہے۔

ما برِئتْ من رِيبَةٍ وذَمٍّ
فى حَرْبِنَا إلا بَنَاتُ الْعَمِّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ نثر میں ابن مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے بھی اس کی اجازت نہیں دی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر اعتماد کیا ہے۔﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾[یسٓ:۲۹][أوضح المسالك:۱/۲۵۹]

❼ ضمیر مجرور پر جار کے اعادہ کے بغیر عطف کرنے کا قاعدہ:

یہ قاعدہ کوفی مذہب کے قواعد کے مطابق ہے، مگر دو بصری نحاۃ یونس رحمہ اللہ اور اخفش رحمہ اللہ نے کوفیوں کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے اسے تسلیم کیا ہے اور یہ قاعدہ اس قراءتِ قرآنیہ سے اَخذ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامِ﴾[النساء:۲]اس آیت مبارکہ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ لفظ 'الأرحامِ'کو حرف جر کے اعادہ کے بغیر ہی مجرور پڑھتے ہیں۔[شرح الألفية للأشمونی:۳/۱۱۴]

❽ شرط کے بعد فاء کے ساتھ ملے ہوئے مبتدا کو حذف کرنے کے جواز کا قاعدہ:

ابن مالک رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ امام طاؤس رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اخذ کیا ہے۔﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾[البقرة:۲۲۰] امام طاؤس رحمہ اللہ کی قراءت میں الفاظ کچھ یوں ہیں:(قل أصلح لهم فهو خير) یہاں لفظ فهو مبتدا محذوف ہے۔

❾ 'إلى' زائدہ کو تاکید کے لیے لانے کا قاعدہ:

یہ فراء کی رائے ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾[إبراهيم:۳۷] تهوى فعل کو واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھنے والی قراءت میں۔[شرح الألفية للأشمونی:۲/۲۱۴]یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں فعل 'تهوى' 'تميل (جھکاؤ) کے معنی کو متضمن ہے زائدہ نہیں۔

[البرهان للزركشی:۴/۲۳۴، شرح الألفية للأشمونی:۴/۲۱۴]

یہ ان قواعد کی مثالیں ہیں جو قراءات کے بننے یا اس میں شراکت کے اعتبار سے ہیں۔

❷ وہ قراءات جن سے قاعدہ نحویہ کی تائید ہوتی ہے۔

نحوی قواعد بنانے والوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو بنیاد بنانے اور ان سے قواعد وضع کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان قواعد کی تائید اور تثبیت بھی حاصل کی ہے۔ علمائے کرام اپنی آراء اور قواعد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق قرآن وحدیث، شعر ونثر سے دلائل وشواہد تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ قوت وصحت کے اعتبار سے جس قدر دلیل مضبوط ہوگی تو قاعدہ بھی صحت واثبات کے اعتبار سے اتنا ہی قوی ہوگا۔

اسی طرح قراءات کے اندر علما اور ائمہ کرام کے لیے وسیع میدان ہے جن میں بہت سارے ایسے دلائل موجود ہیں جو ان کے قواعد اور نظریات کو وسعت دیتے ہیں، چاہے وہ بصری ہوں یا کوفی یا شامی۔ اس بحث میں کوئی حضرات باقی لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں، چاہے وہ کام انفرادی ہو یا مدارس یا مذاہب کی سطح پر۔ اب ہم وہ قواعد نحویہ پیش کر رہے ہیں جن کی قراءاتِ قرآنیہ سے تائید ہوتی ہے:

❶ 'قبل' اور 'بعد' کے مضاف الیہ کو لفظی اور تقدیری نیت کے بغیر حذف کرنا:

اس قاعدے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔﴿لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ﴾[الروم:۴، معجم القراءات:۵/۶۴] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ 'قبل' اور 'بعد' دونوں کلمات پر تنوین اس اعتبار سے ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں کلمے لفظی ومعنوی طور پر اضافت سے جدا ہیں اور یہ دونوں کلمات اس حالت میں تنوین آنے کی وجہ سے نکرہ ہیں۔[المقتضب المبرد:۲۰۷/۴، شرح الألفية للأشمونی:۲۷۰/۲]

❷ 'ال' کے ساتھ ملے ہوئے اسم کا منادی پر عطف کرنا:

جیسے: ”یا محمد والغلام“ یہاں اس مثال میں لفظ الغلام کا لفظ محمد پر عطف پڑ رہا ہے۔عطف کا لحاظ رکھتے ہوئے لفظ الغلام پر رفع دینا اور اس کے محل کی رعایت کرتے ہوئے نصب دینا دونوں طرح ہی جائز ہے۔

نصب دینے والے قاعدے کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے: ﴿يٰجِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ﴾ (سبا:۱۰) [النشر:۳۴۹/۲] یہاں لفظ 'الطیر' پر نصب ہے۔اس قراءت کو خلیل اور سیبویہ نے اختیار کیا ہے۔ [أوضح المسالك لابن هشام:۸۷/۳، معجم القراءات:۱۴۶/۵]

❸ ارادہ مناسبت کی بنیاد پر غیر منصرف کو منصرف بنا دینا:

اس قاعدے کی تائید امام نافع رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ کی اس قراءت سے ہوتی ہے۔﴿سَلٰسِلًا وَأَغْلٰلًا وَّسَعِيرًا﴾ (الدھر:۴) [البدور الزاهرة لعبد الفتاح القاضی:ص۳۳۲] یہاں اس آیت مبارک میں امام نافع اور امام کسائی نے لفظ سَلٰسِلًا کو اغلالا کے ساتھ ملا ہوا ہونے کی وجہ سے منصرف یعنی تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔اس قاعدے کی تائید امام اعمش رحمہ اللہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے جو ﴿ولا يغوثا ويعوقا ونسراً﴾ (نوح:۲۳) [مختصر فی شواذ القرآن لابن خالویہ:ص۱۶۲] میں یغوث ویعوق کو نسراً کے ساتھ ملا ہوا ہونے کی وجہ سے منصرف یعنی تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ اس میں اسباب منع صرف کے دو سبب 'علم' اور 'وزن فعل' پائے جاتے ہیں۔

[شرح الألفية للأشمونی:۲۷۵/۳]

❹ حتی کے بعد حال پر دلالت کرنے والے فعل مضارع کو رفع دینا:

اس قاعدہ کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ ﴿وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ﴾ [البقرۃ:۲۱۴] سے ہوتی ہے۔یہاں حال پر دلالت کرنے کی وجہ سے فعل مضارع کو رفع دینا جائز ہے اور یہ قاعدہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت کے موافق ہے۔[مغنی اللبیب:۱۲۶/۱]

❺ مشغول عنہ اسم کو نصب دینا جب اسے نصب یا رفع دینے والے کوئی سبب نہ ہو:

اس قاعدہ کی تائید اس فرمانِ باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ﴾ [الرعد:۲۳] یہاں اس آیت مبارک میں لفظ 'جنات' کو نصب کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔اس قاعدہ کی تائید اس قول شاعر سے بھی ہوتی ہے۔

فارسا ما غادروه ملحما
غیر زمیل ولا نکس وکل

یہاں فارساً کو منصوب پڑھا گیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:۸۲/۲]

❻ صفت کو حذف کر کے موصوف کو باقی رکھنا:

نحاۃ نے اس قاعدے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔﴿يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[الکهف:۷۹]اس آیت مبارکہ میں لفظ 'سفينة' موصوف ہے اس کی صفت صالحة محذوف ہے،یعنی ہر اچھی کشتی کو غصب کرلیتا تھا۔اور اس صفت کے محذوف ہونے کی تائید اس قراءت سے بھی ہوتی ہے۔﴿وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ (صالحة) غَصْبًا﴾[شرح الألفية للأشمونى:۲/۱۷،البحر المحيط:۶/۱۵۴]

❼ لفظ 'مع' کو بطور اسم لانا:

اس پر سیبویہ نے اپنی حکایت میں استدلال کیا ہے۔

جیسا کہا جاتا ہے: ذهبت من معه اور اس قاعدہ کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ﴾ (الانبیاء: ۲۴)[الاتقان:۱/۶۷۱،مغنی اللبیب لابن ہشام:۱/۳۳۳،معجم القراء ات:۴/۱۳۱]

❽ فعل کو تثنیہ اور جمع کی دو علامتوں کے ساتھ لانا جب کہ اس کا فاعل تثنیہ یا جمع ہو:

حالانکہ معروف قاعدہ یہی ہے کہ فعل کی نسبت جب فاعل تثنیہ یا جمع کی طرف ہو رہی ہو تو فعل ان دونوں علامتوں سے خالی ہوگا۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے: جاء المحمدون ، جاء المحمدان اب یہاں پر 'جاء وا' یا 'جاء ا' نہیں کہہ سکتے۔ اس جیسی ترکیب میں نحاۃ کی ایک جماعت نے فعل کو جمع اور تثنیہ لانے کی اجازت دی ہے۔اور اس قاعدہ کو قبیلہ 'طی' کی لغت کی طرف منسوب کیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونى:۲/۴۸]اس پر انہوں نے مختلف دلائل سے استدلال کیا ہے۔ان میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے۔«يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ»[صحيح البخاري:۵۵۵]

''رات اور دن میں فرشتے تمہارے پاس آگے پیچھے آتے جاتے ہیں۔''

اس قاعدہ کی تائید اس قول شاعر سے بھی ہوتی ہے:

يلوموننى فى اشتراء النخيل
أهلى فكلهم يعزل

اسی طرح اس قاعدہ کی تائید اس آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے:﴿وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ [الانبیاء:۳]ابن مالک رحمہ اللہ نے اس قاعدہ کی تائید امام حسن رحمہ اللہ کی قراءت سے کی ہے۔ان کی قراءت میں الفاظ کچھ یوں ہیں: (يوم يُدْعَوْا كل أناس بإمامهم)[الاسراء:۷۱]کی ہے۔ امام حسن رحمہ اللہ کی یہ قراءت (أكلونى البراغيث) پر شاہد ہے۔[شواهد التوضيح لابن مالك:ص۱۷۲]

❾ أن کو لعل کے معنی میں لانا:

اس قاعدے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الانعام:۱۰۹]اس آیت مبارکہ کو ابي بن کعب رضی اللہ عنہ وما يشعركم لعلها إذا جاءت لا يؤمنون پڑھتے ہیں۔خلیل بن احمد رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اور زجاج رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ جب کہ فارسی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے،کیونکہ لعل کے اندر جو توقع پائی جاتی ہے وہ حکم کے منافی ہے اور ان کے ایمان نہ لانے پر دلالت کرتی ہے۔

[مغنى اللبيب:۱/۲۵۱]

www.KitaboSunnat.com

⑩ حال کو مجرور (ذوالحال) پر مقدم کرنا:

اس قاعدہ کی تائید کے لیے انہوں نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے: ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [الزمر:۶۷] یہاں لفظ مطویت کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾ (الانعام:۱۳۹)[مختصر فی شواذ القرآن:ص۴۱] یہاں لفظ خالصة کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔علامہ اشمونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ان دونوں آیات میں لفظ 'مطویات' اور 'خالصة' کو نصب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دینے والوں نے اپنے اس قاعدے پر استدلال کیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:۱۸۱/۲]

③ ایسی قراءات جن سے قواعد نحویہ کو رد کیا گیا ہے

قراءاتِ قرآنیہ فقط قواعد سازی یا ان کی تائید پر ہی اکتفا نہیں کرتیں بلکہ بسا اوقات ان قراءات قرآنیہ کے ساتھ بعض قواعد نحویہ کو رد بھی کر دیا جاتا ہے۔متعدد نحاۃ نے قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرتے ہوئے قواعد نحویہ کو رد کیا ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرتے ہوئے رد کیے جانے والے قواعد نحویہ میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① لفظ 'حیث' کو مبنی بر ضمہ پڑھنے اور اعراب نہ دینے کا قاعدہ:

یہ قاعدہ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ میں لفظ حیث پر کسرہ پڑھنے والوں کی قراءت سے ٹوٹ جاتا ہے۔[الاعراف:۱۸۲،البرهان للزرکشی،ص۲۷۴،معجم القراء ات:۴۲۵/۲]

② جب فعل معرب یا جملہ اسمیہ کی طرف مبہم زمانے کی اضافت ہو تو بصریوں کے نزدیک اسے اعراب دینا واجب ہے۔

اس وجوب کو امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت نے توڑ دیا ہے۔﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ [المائدۃ:۱۱۹،النشر:۲۵۶/۲] وہ اس آیت مبارکہ میں لفظ 'یوم' کے نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اسی طرح قراء سبعہ میں سے امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام ابی عمرو بصری رحمہ اللہ کے علاوہ باقی قراء اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ [الانفطار:۱۹،النشر:۳۹۹/۲] میں بھی لفظ 'یوم' کو فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔[مغنی اللبیب:۳۵۳/۲]

④ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مرتب ہوتی ہیں

بسا اَوقات قراءاتِ قرآنیہ کسی آیت میں اِعرابی وجوہ کے اختلاف کا سبب بنتی ہیں۔اسکی مثالیں درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿إِنَّ كُلًّا فِيْهَا﴾ [غافر:۴۸] میں امام عیسی بن عمر رحمہ اللہ کی قراءت میں لفظ کلًّا کے اعراب میں نحاۃ کے کئی موقف ہیں۔[معجم القراء ات:۵۱/۶]

امام زمخشری رحمہ اللہ اور امام فراء رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ 'کلا' إنّ کے اسم کی تاکید کے لیے ہے۔

جب کہ ابن مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ جار مجرور میں ضمیر مستقر سے حال ہے جو کہ مرفوع ہے اور ان دونوں اعرابوں کا معارضہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں کیا ہے۔پھر وہ کہتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ بدل ہے اور اس کا بدل حاضر کی ضمیر سے واضح ہو رہا ہے۔ہر چیز کا بدل اس وقت جائز ہے جب وہ کسی مفید چیز کا احاطہ کیے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ابن ہشام نے 'کلا' کے اعراب کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ ابن مالک رحمہ اللہ کی سابقہ رائے کو دو جہتوں سے ضعیف قرار دیا ہے۔

❶ حال کو اس کے عامل ظرف سے مقدم کرنا

❷ لفظ 'کل' کو لفظی اور تقدیری طور پر اضافت سے الگ کر دینا تا کہ وہ نکرہ ہو جائے اور اسکا حال بننا درست ہو۔

② ابن ابی عبلہ کی قراءت میں اللہ کے اس فرمان ﴿فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ﴾ [البقرۃ: ۲۸۳] میں لفظ 'قلبه' کو منصوب پڑھا گیا ہے اور یہ قراءتِ شاذہ ہے۔ نحاۃ نے اس کلمہ کے اعراب میں بھی کئی موقف اختیار کیے ہیں۔مکی ابن ابی طالب رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ یہ تمیز ہے۔اس رائے کو ابن ہشام نے ضعیف قرار دیا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس کو معرب یا إنَّ کے اسم سے بدل بنایا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ﴾ [العنکبوت:۲۵] میں لفظ مودّۃ کو نصب اور رفع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔اس دونوں قراءتوں پر درج ذیل امور مرتب ہوتے ہیں:

(ا) جب لفظ 'مودۃ' کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس وقت آیت میں 'ما' اسم موصول الذین کے معنی میں ہوگا اور وہ إنّ کا اسم ہوگا۔تب معنی یہ ہوگا کہ ''إن الذین اتخذتموھم أوثانا من دون الله مودة بینکم''

(ب) اور جب لفظ مودۃ کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس وقت 'ما' کافہ ہوگا اور أوثانا 'مفعول بہ اوّل' اور مودۃ 'مفعول بہ ثانی' یا 'مفعول لہٗ ہوگا۔ [إعراب القرآن للزجاج:۳/۹۲۰]

④ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ [البقرۃ:۱۷۷] میں لفظ 'البر' نصب کے ساتھ ہے۔اور اس کو رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔حالت نصب میں یہ لیس کی خبر ہوگی۔جب کہ حالت رفع میں لیس کا اسم ہوگا اور یہ لغت معنی کے اعتبار سے زیادہ اقوی ہے۔

[التفسیر لأبی السعود:۱/۱۴۹]

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ [البقرۃ:۲۱۹] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'العفو' کو نصب اور رفع دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔دونوں قراءتیں پڑھنے سے اس آیت کا اعراب مختلف ہو گیا ہے۔لفظ العفو کو منصوب پڑھنے کی صورت میں لفظ 'ما' لفظ 'ینفقون' کا مفعول بہ ہوگا۔اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں 'ما' کو استفہامیہ والا اعراب دیا جائے گا تو اس وقت 'ما' مبتداء اور 'ذا' موصولہ ہوگا اور 'العفو' مبتدا محذوف کی خبر ہوگی جو المنفق ہے۔[إعراب القرآن للزجاج:۱/۱۹۱، التفسیر لأبی السعود:۱/۱۶۷]

⑥ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ﴾ [یونس:۸۱] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'السحر' کو اسی طرح پڑھا گیا ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔نیز اس کو 'آلسحر' ہمزہ استفہام کے اضافہ کے ساتھ اور 'ما جئتم به سحر' بدون الف بھی پڑھا گیا ہے۔پہلی قراءت کی صورت میں ما موصولہ مبتدا ہوگا اور اس کی خبر 'السحر' ہوگی۔دوسری قراءت کی صورت میں 'ما' مبتدا ہوگا اور اس کے بعد میں آنے والی عبارت (جئتم به) اس کی خبر ہوگی جب کہ کلمہ السحر 'ما' سے بدل ہوگا یا 'ما' اور اس کے بعد والی عبارت (جئتم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ) جو دونوں مل کر مبتدا بنتے ہیں، یہ اس کی خبر ہو گی۔ یا لفظ السحر مبتدا محذوف کی خبر ہو گی تو تقدیری طور پر عبارت یوں ہو گی: 'أھو السحر'

⑦ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ [یوسف:۲۳] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'ھیت' کو 'ھاء' کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ اس کو 'ھاء' کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی صورت میں یہ اسم فعل ماضی بمعنی تھیأت ہو گا۔ جب کہ دوسری صورت میں اسم فعل امر بمعنی أقبل ہو گا۔

❺ وہ قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں

قراءاتِ قرآنیہ نے بعض نادر نحوی قواعد واِشارات بھی ایجاد کیے ہیں جو لوگوں کے درمیان معروف نہیں ہیں۔ یعنی قراءات سے ایسا قاعدہ نکلتا ہے جو غیر مانوس ہوتا ہے، انھی اَسباب کی وجہ سے بے شمار نحوی قواعد وضع ہوئے۔ وہ نوادر نحوی قواعد جو قراءات سے پیدا ہوئے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

① فعل مضارع کو نصب دینے والے أنْ ناصبہ کے عمل کو ختم کر کے اس کو 'ما' مصدریہ کے معنی پر محمول کر دینا:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْ أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ [الشعراء:۸۲] بعض نحاۃ نے یہاں أن ناصبہ کے عمل کو مہمل قرار دے کر ما مصدریہ پر محمول کرتے ہوئے فعل مضارع (أن یغفرلی) کو رفع دیا ہے اور ابن محیصن کی قراءت سے بھی اس قاعدہ کی تائید ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمُّ الرَّضَاعَةَ﴾ میں لفظ 'یتم' کو اس اعتبار سے رفع دے کر پڑھتے ہیں کہ یہاں أنْ مصدریہ ہے اور اس کا کوئی عمل بھی نہیں ہے۔ اس قاعدہ کی تائید شاعر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

أن تقرآن على أسماءَ ويْحكُما
منِّي السلامَ وأن لا تُشْعرَا أحداً

اس شعر کے قائل کا علم نہیں ہے لہٰذا اسے آیت کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ پس یہ قراءتِ قرآنیہ ہی اس قاعدہ کی تائید کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک انتہائی نادر اور غریب قاعدہ ہے۔

② غیر مقرر مقامات میں أنْ مقدرہ کے ساتھ نصب دینا:

نصب کا یہ قاعدہ انتہائی نادر ہے اور کلام عرب سے سوائے چند اشعار کے اس کی تائید نہیں ہو سکی جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

ألا أيُّهذَا الزّاجِرِی أحضُرَ الوَغَی
وأن أشهَدَ اللّذّاتِ هَلْ أنتَ مُخْلِدِي

''خبردار اے وہ آدمی کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے۔ (وغی) شراب لے آ اور یہ کہ میں لذات سے فائدہ حاصل کروں، کیا تو نے ہمیشہ بیٹھے رہنا ہے۔''

شاعر کے اس شعر میں لفظ أحضر کو أن مقدرہ کی وجہ سے نصب دی گئی ہے۔

اسی طرح عربوں کا محاورہ ہے: ''تسمع بالمعیدی خیر من أن تراہ'' ''معیدی سے کچھ سننے سے بہتر ہے کہ تو اسے دیکھے۔'' اس عبارت میں جو اس محاورے میں ہے لفظ 'تسمع' أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس قاعدے کی تائید اس قراءتِ قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾[الأنبياء:١٨] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ 'فیدمغه' کومنصوب بھی پڑھا گیا ہے۔یہ ایک انتہائی نادراورغریب قاعدہ ہے۔

③ لفظ (لات) کا زمانے کو جر دینا:

معروف یہی ہے کہ لفظ 'لات' اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے،لیکن فراء کی رائے میں 'لات' اپنے بعد واقع ہونے والے زمانے کو جر دیتا ہے۔[شرح الألفية للأشموني:١/٢٠٦]انہوں نے یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان﴿وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾[ص:٣] [البحر المحيط:٧/٣٨٣] سے اخذ کیا ہے۔جس میں ایک قراءت کے مطابق لفظ 'حين' کو جر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔یہ ایک انتہائی نادراور غریب قاعدہ ہے۔

④ 'لم' جازمہ کا 'لن' ناصبہ والا عمل کرنا:

معروف یہی ہے کہ 'لم' فعل مضارع کو جزم دیتا ہے جبکہ 'لن' نصب دیتا ہے۔[مغني اللبيب ١/٢٧٧]بعض نحاۃ نے ذکر کیا ہے کہ 'لم' جازمہ بھی 'لن' ناصبہ کی طرح نصب دیتا ہے۔[شرح الألفية لابن عقيل:٢/٢١٨] اور انہوں نے اس قاعدے کی بنیاد اللہ کے اس فرمان باری پر رکھی ہے۔﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الانشراح:١] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ ألم نشرح میں فعل مضارع کو نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اس قاعدے میں غرابت ہے جو اس کے ذکر سے مانع ہے۔[مغني اللبيب:١/٢٧٧]

⑤ فاء کے ساتھ ملے ہوئے حصر کے بعد واقع فعل مضارع کو نصب دینا: [شرح الألفية:٣/٣٠٥]

یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنَ﴾[البقرة:١١٧] سے اخذ کیا گیا ہے۔یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ فیکون فاء کے ساتھ ملنے اور 'إنما' کلمہ حصر کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿إِنَّ هَذَانِ لَسٰحِرَانِ﴾[طه:٦٣،النشر:٢/٣٢١،معجم القراءات:٤/٨٩]

اس آیت کو دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے:ان میں سے ایک جو گزر چکا ہے۔دوسرا لفظ 'هذين' کو نصب دیتے ہوئے یا کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔بعض نحویوں کے خیال میں شاید دوسری قراءت کی توجیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے،کیونکہ 'هذين' 'إن' کا اسم ہے اور لام مؤکدہ ہے اور ساحران اس کی خبر ہے،لیکن پہلی قراءت جو کہ إن کی تخفیف اور هذان کے رفع کے ساتھ ہے۔اس کی توجیہہ میں نحویوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے جو درج ذیل ہے:

(ا) إنْ ، نعم کے معنی میں ہے اور هذان مبتداء ہے،لیکن خبر کے ساتھ لام کا وجود اس توجیہہ کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

(ب) إن مخففہ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے یہ قراءت ضعیف ہے،لیکن اس توجیہہ کو یہ امر ضعیف کر دیتا ہے کہ (إن) مكسورة الهمزة مخففہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا اسم پوشیدہ ہوتا ہے۔

(ج) اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ حارث بن کعب کی لغت پر اس کا استعمال جاری ہے اور تمام حالتوں میں تثنیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو الف کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔

② ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۝ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا﴾ [آل عمران:۷۹،۸۰]

’’کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں کلمہ 'یأمرکم' میں دو قراءتیں ہیں:

پہلی قراءت فعل مضارع کے رفع کے ساتھ اور دوسری نصب کے ساتھ۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ رفع کی قراءت جملہ استئنافیہ ہونے اور ماقبل سے منقطع ہونے کی بنا پر ہے اور فاعل ضمیر مستتر ہے جو لفظ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹتی ہے اور 'لا' نافیہ ہے جب کہ نصب کی قراءت ماقبل پر عطف کی بنا پر ہے۔

——————*

رُتْبَـةُ الْعِلْـمِ عَلَـى الرَّيْبِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ